پھر قرآنِ مجید کی باری آئی!

امّتِ محمدیہ کو دینِ خداوندی سے برگشتہ کرنے کے لئے جو حربے استعمال کئے گئے ان کے دو ایک گوشے اس سے پہلے سامنے لائے جا چکے ہیں۔ پہلے روایات وضع کی گئیں اور انہیں منسوب کر دیا حضورؐ نبی اکرم کی ذاتِ اقدس کی طرف۔ حضورؐ کی طرف نسبت سے لازماً ان کا تقدس ذہنوں میں پیوست ہو گیا۔ اس کے بعد یہ عقیدہ وضع کیا گیا کہ وحی کی درحقیقت دو قسمیں تھیں۔ ایک قسم کی وحی قرآنِ مجید میں درج ہو گئی اور دوسری وحی احادیث (روایات) میں آ گئی۔ اس اعتبار سے احادیث کو "مثلہٗ معہٗ" کا درجہ دیدیا گیا۔ یعنی قرآن کی مثل، اس کے ساتھ۔ یہاں تک تو روایات اور قرآن کو ہم پایہ قرار دیا گیا۔ آگے بڑھے تو کہہ دیا کہ احادیث، قرآن میں اضافہ بھی کر سکتی ہیں، اور قرآن کو منسوخ بھی۔ ظاہر ہے کہ ان روایات، اور ان کی رُو سے مرتب کردہ فقہی قوانین کی موجودگی میں، قرآن کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ چنانچہ قرآن، امّت کی عملی زندگی سے خارج ہو گیا اور صرف تلاوت کے لئے باقی رہ گیا۔

روایات کے ساتھ، صدرِ اوّل کی تاریخ بھی افسانوی طور پر مرتب کر کے، اسے جزوِ دین بنا دیا۔ ان اقنومِ ثلاثہ سے دین پورے طور پر مسخ ہو کر رہ گیا۔ لیکن ان سازشیوں کے دل میں ابھی ایک کھٹک باقی تھی۔ اور وہ یہ کہ خود قرآنِ مجید کے متعلق بھی اس قسم کے شبہات پیدا کر دیئے جائیں جن سے یہ یقین متزلزل ہو جائے کہ وہ غیر محرّف ہے۔ اس سازش کے متعلق بھی طلوعِ اسلام میں اکثر و بیشتر لکھا جا چکا ہے لیکن گذشتہ کچھ عرصہ میں ہم نے روایات اور تاریخ کے متعلق جو مقالات شائع کئے ہیں، مناسب سمجھا گیا ہے کہ انہی کے تسلسل میں یہ بھی واضح کیا جائے کہ قرآنِ مجید کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کے سلسلہ میں کس قسم کی سازش کی گئی تھی۔

(۱)

دین کا مدار تمام تر یقین پر ہے۔ یہی وہ اصل و بنیاد ہے جس پر اس کی پوری کی پوری عمارت اٹھتی ہے۔ یقین اس امر کا کہ جس بات کو ہم دینی کہتے ہیں وہ بلاشک و شبہ خدا کی طرف سے ہے۔ اگر اس بنیاد میں ذرا سا بھی تزلزل پیدا ہو جائے تو دین کی ساری عمارت نیچے آ گرتی ہے۔ اس میں تھوڑے اور بہت کا سوال ہی نہیں۔ مثلاً ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام پر اپنی وحی نازل کی اور اصل و بنیاد کے اعتبار سے انہیں بھی وہی "دین" عطا کیا جو قرآن میں ہے۔ آج یہود اور نصاریٰ دونوں

اس کے مدعی ہیں کہ ان کے پاس تورات اور انجیل موجود ہے لیکن اس کے باوجود ہم ان کتابوں کو دین نہیں مانتے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے اور وہ یہ کہ ان کتابوں میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے اور ہم آج یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ جو کچھ ان میں موجود ہے وہ وہی ہے جو ان انبیاء کی طرف نازل ہوا تھا۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں کچھ باتیں تو ایسی ہوں گی جن میں ردّ و بدل نہیں ہوا۔ ان باتوں کو تو دین ماننا چاہیئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان میں کچھ باتیں ایسی ضرور ہوں گی لیکن جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے، دین کے جس معاملہ میں ذرا سا بھی شک اور شبہ پیدا ہو جائے وہ دین نہیں رہ سکتا۔ اس لئے توریت و انجیل دینی کتابیں تسلیم نہیں کی جا سکتیں۔ اس کے برعکس قرآنِ کریم کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ یہ لفظاً لفظاً، حرفاً حرفاً "الحمد" سے "والناس" تک بعینہٖ وہی ہے جسے اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کیا۔ اور جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو دیا۔ یعنی قرآنِ مجید جس شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اسے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح مرتب اور مدوّن شکل میں اُمت کو دیا تھا، اور اس کے بعد اس میں شُعشہ تک کی بھی تبدیلی یا حک و اضافہ نہیں ہوا۔ اب سوچیئے کہ اگر کسی کے دل میں اس حقیقت کے متعلق ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو جائے تو اس کے نزدیک قرآن، دین کا ضابطہ نہیں قرار پا سکتا۔ اس کی حیثیت بھی وہی ہو جائے گی جو انجیل اور تورات کی ہے۔

عجمی سازشوں نے جہاں حقیقی اسلام کی جگہ ایک بالکل نیا اسلام وضع کر کے مسلمانوں میں عام کر دیا، اس کے ساتھ ہی انہوں نے چپکے ہی چپکے ایسی کوششیں بھی کیں جن سے یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ قرآن بھی اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں رہا۔ یہ اس سازش کا اتنا بڑا حربہ تھا جس نے فی الواقعہ دین کی عمارت کو متزلزل کر دیا۔ یہ سازش عہدِ عباسیہ میں شروع ہوئی تھی۔ اس وقت قرآنِ کریم کے لاکھوں نسخے اُمت میں پھیلے ہوئے تھے اس لئے ان سازشوں کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ قرآن کے متن میں کسی قسم کا ردّ و بدل کر سکیں انہوں نے ترکیب یہ سوچی کہ ایسے خیالات عام کر دیئے جائیں جن سے اس قسم کے شبہات خود بخود پیدا ہو جائیں کہ جو قرآن ہمارے پاس ہے کیا یہ رسول اللہؐ کا اُمت کو دیا ہوا ہے یا نہیں؟ اس مقصد کے لئے انہوں نے قرآن کی جمع و تدوین کے متعلق عجیب و غریب داستانیں وضع کیں، اور انہیں احادیث کے مجموعوں میں بھر دیا۔ اس ضمن میں حافظ ابوبکر عبداللہ ابن ابی داؤد سلیمان ابن الاشعث سجستانی کی شہرۂ آفاق کتاب "کتاب المصاحف" ایک خاص اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں قرآنِ کریم سے متعلق ان تمام روایات کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ روایتیں اکثر صحاح ستہ اور دوسری مستند

کتاب المصاحف

کتب روایات میں منتشر طور پر موجود ہیں۔ اس کتاب کے مؤلف ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد کا سنہ پیدائش سنہ ۲۳۰ھ اور سنہ وفات سنہ ۳۱۶ھ ہے۔ آپ حدیث کے مشہور امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (جن کی کتاب سنن ابوداؤد صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے) کے بیٹے ہیں۔ کتاب المصاحف علمائے حدیث کے ہاں مستند کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ چنانچہ اکثر متقدمین کی کتابوں میں اس کتاب کے حوالے ملتے ہیں۔

امام ابن الجزری نے ان کو ثقہ، کبیر، مامون کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

مصنف کے اس مختصر سے تعارف کے بعد ہم آپ کو کتاب المصاحف کے جستہ جستہ مقامات سے روشناس کراتے ہیں۔ سُنتے جائیے اور سر دُھنتے جائیے۔

قرآن کو حضورؐ نے جمع نہیں کیا بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے جمع کرایا

(۱) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت زیدؓ بن ثابت سے نقل کرتے ہیں کہ جس سال اہل یمامہ کا قتل ہوا، حضرت ابوبکرؓ نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا۔ وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ ابوبکرؓ کہنے لگے کہ یہ (عمرؓ) میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ قرآن کے قاریوں کے ساتھ قتل کی گرم بازاری ہوگئی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ دوسرے موقع پر بھی یہی گرم بازاری ہو اور اس طرح قرآن ضائع ہو جائے۔ میری رائے ہے کہ قرآن کو جمع کر لو۔ میں نے عمرؓ سے کہا کہ جو کام رسول اللہؐ نے نہیں کیا وہ تم کیسے کرتے ہو۔ عمرؓ نے کہا بخدا یہ کام اچھا ہی ہے اور اس بارہ میں مجھ سے برابر کہتے رہے حتّٰی کہ جس چیز کے لئے خدا نے ان کا شرح صدر کر دیا تھا میرا بھی شرح صدر کر دیا اور میری رائے بھی وہی ہوگئی جو ان کی تھی۔ ابوبکرؓ مجھ سے کہنے لگے تم نوجوان اور عقل مند آدمی ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی لکھتے رہے ہو۔ ہم تمہیں متہم نہیں سمجھتے لہٰذا تم قرآن کو لکھ لو۔ زیدؓ بن ثابت کہتے ہیں کہ بخدا اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ لے جانے کو کہتے تو وہ مجھ پر اس کام سے زیادہ دشوار نہ ہوتا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ جو کام رسول اللہؐ نے نہیں کیا وہ کام تم کیسے کرتے ہو۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کہنے لگے کہ بخدا یہ کام اچھا ہی ہے۔ چنانچہ ابوبکرؓ اور عمرؓ برابر مجھ سے کہتے رہے حتّٰی کہ جس امر کے لئے ان دونوں کو شرح صدر ہو چکا تھا مجھے بھی شرح صدر ہو گیا اور وہی میری رائے بھی ہوگئی جو ان دونوں کی رائے تھی۔ چنانچہ لکھنے کے لئے میں نے کاغذ کے ٹکڑوں، کھجور کے پتوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں (حافظوں) سے تلاش کرنا شروع کیا۔ حتّٰی کہ ایک آیت جو میں حضورؐ کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا مجھے نہیں ملی۔ یعنی لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ...... (الآیہ) چنانچہ میں نے اس کو ڈھونڈا۔ بالآخر خزیمہ بن ثابتؓ کے پاس ملی اور میں نے اس کو اس سورۃ میں لکھ دیا۔

صدیق اکبرؓ کے زمانے میں قرآن کیونکہ جمع کیا گیا

(۲) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عروہ بن زبیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب بہت سے قاری قتل ہو گئے تو ابوبکرؓ کو یہ خوف ہوا کہ اس طرح تو قرآن ہی ضائع ہو جائے گا۔ آخر انہوں نے عمرؓ اور زیدؓ ابن ثابت سے کہا مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو شخص کتاب اللہ کے متعلق کسی چیز پر دو گواہ پیش کر دے اس کو قرآن میں لکھ لو۔

(۳) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبد خیر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو کہتے ہوئے

سنا کہ مصاحف کے بارہ میں سب سے بڑا ثواب ابوبکرؓ کو ملے گا۔ خدا ابوبکرؓ پر رحم فرمائے۔ وہی پہلے شخص ہیں جس نے قرآن کو لوحین کے درمیان جمع کر دیا۔

اتنے ہی سے یہ تو واضح ہو گیا کہ قرآن کریم کو مرتب، کتابی شکل میں، رسول اللہؐ نے امت کو نہیں دیا تھا۔ یہ منتشر اور پراگندہ شکل میں تھا۔ اب آگے چلیے۔

قرآن صدیق اکبرؓ نے خود جمع کیا اور حضرت زیدؓ نے نظر ثانی فرمائی

(۴) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ سالم اور خارجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کو کاغذات میں جمع تو کر لیا تھا مگر زیدؓ بن ثابت سے درخواست کی تھی کہ ان کو ایک نظر دیکھ لیں۔ زیدؓ ابن ثابت نے اس سے انکار کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے عمرؓ سے مدد چاہی کہ وہ زیدؓ بن ثابت کو راضی کرا دیں۔ چنانچہ عمرؓ نے انہیں راضی کرا دیا اور نظر ثانی کر دی۔ یہ کتابیں ابوبکرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہیں پھر عمرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہیں۔ پھر حضرت حفصہؓ اہلیہ رسول اللہؐ کے پاس رہیں۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں منگایا تو حفصہؓ نے ان کو دینے سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ عثمانؓ سے عہد لیا کہ وہ انہیں واپس کر دیں گے اور اس شرط کے ساتھ بھیج دیں۔ چنانچہ عثمانؓ نے ان کو مصحفوں میں لکھ کر حفصہؓ کو وہ کتابیں واپس کر دیں۔ اور وہ ان ہی کے پاس رہیں حتیٰ کہ مروان نے اپنے زمانے میں انہیں لے کر جلا دیا۔

آپ دیکھ رہے ہے کہ ایسے اہم واقعہ کے متعلق ایک بیان دوسرے سے کس طرح ٹکراتا جا رہا ہے۔ لیکن بایں ہمہ یہاں تک یہ کہا گیا ہے کہ قرآن رسول اللہؐ نے مرتب کر کے نہیں دیا تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ اب ایک قدم اور آگے بڑھئے۔

جمع قرآن کا کام صدیق اکبرؓ نے نہیں بلکہ حضرت عمرؓ نے شروع کیا اور عثمانؓ نے تکمیل کی

(۵) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے نقل کرتے ہیں کہ عمرؓ ابن الخطاب نے قرآن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے لئے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ جس شخص نے رسول اللہؐ سے کچھ بھی قرآن حاصل کیا ہوا ہے ہمارے پاس لے آئے۔ لوگوں نے قرآن کو کاغذات پر، لکڑی کی تختیوں پر اور کھجور کے پٹھوں پر لکھ رکھا تھا اور عمرؓ کسی شخص سے کوئی چیز اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے جب تک دو گواہ گواہی نہ دیں۔ اسی اثنا میں عمرؓ شہید ہو گئے تو عثمانؓ ابن عفان کھڑے ہوئے اور انہوں نے لوگوں سے کہا کہ جس کے پاس کتاب اللہ کا جو کچھ حصہ ہو وہ ہمارے پاس لے آئے۔ اور یہ بھی اس وقت تک کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے جب تک دو گواہ گواہی نہ دے دیں۔ چنانچہ خزیمہ ابن ثابتؓ آئے اور کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں تم نے دو آیتیں لکھنے سے چھوڑ دی ہیں۔ پوچھا گیا وہ کونسی دو آیتیں ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دو آیتیں حاصل کی تھیں۔ " لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ..... آخر سورۃ تک۔ اس پر عثمانؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دو آیتیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ پھر عثمانؓ نے خزیمہ سے پوچھا: بتاؤ ان آیتوں کو کہاں رکھیں؟ خزیمہ نے جواب دیا کہ قرآن کی جو سورۃ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہو اسے ان آیتوں ہی سے ختم کردو۔ چنانچہ سورۂ براءۃ کو ان ہی آیتوں سے ختم کر دیا گیا۔

لیجئے! اب بات یہاں تک پہنچا دی گئی کہ قرآن کو نہ تو رسول اللہ نے مرتب فرمایا نہ ہی یہ عہد صدیقیؓ میں مرتب ہوا۔ اس کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی اور وہ بھی اسے ادھورا چھوڑ کر شہید ہو گئے۔ اب آگے بڑھیے!

عہدِ عثمانی میں قرآن میں اختلافات

(۶) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ یزید بن معاویہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ولید بن عقبہ کے زمانہ میں مسجد میں اس حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا جس میں حضرت حذیفہؓ (مشہور صحابی) بھی تشریف فرما تھے۔ مسجد میں اس وقت روکنے والے اور پولیس کے سپاہی وغیرہ موجود نہ تھے کہ یکایک کسی پکارنے والے نے پکار کر اعلان کیا جو شخص ابوموسیٰ (اشعریؓ) کی قرات پر قرآن پڑھتا ہو وہ اس گوشہ کی طرف آجائے جو ابواب کندہ کے پاس ہے اور جو شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی قرات پر قرآن پڑھتا ہو وہ اس گوشہ کی طرف آجائے جو عبداللہ کے گھر کی طرف ہے اور وہاں دو آدمیوں میں سورۂ بقرہ کی ایک آیت کے بارہ میں اختلاف ہوا تھا۔ ایک پڑھتا تھا "واتموا الحج والعمرۃ للبیت" اور دوسرا پڑھتا تھا کہ "واتموا الحج والعمرۃ اللہ"۔ حضرت حذیفہ کو غصہ آگیا۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ انہوں نے فوراً اپنے کرتہ کو سمیٹ کر بغل میں کیا اور مسجد ہی میں کھڑے ہو گئے۔ یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا ہے اور فرمانے لگے یا تو امیرالمؤمنین میرے پاس آئیں یا میں امیرالمؤمنین کے پاس جاؤں۔ (تو میں اس کے متعلق ان سے کہوں) کیونکہ تم سے پہلی امتوں نے بھی یہی کچھ کیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے خدا نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا انہوں نے مومنین کو ساتھ لے کر منکرین سے قتال کیا حتیٰ کہ خدا نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔ پھر خدا نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اٹھا لیا تو لوگوں نے بے لگام گھوڑے کی طرح ہر طرف دوڑ لگانی شروع کر دی۔ پھر خدا نے عمرؓ کو خلیفہ بنایا تو وہ اسلام کے عین وسط میں اترے (اولاً اس کو اعتدال پر قائم کرنا چاہا) پھر خدا نے ان کو بھی اٹھا لیا تو لوگوں نے پھر منہ زور گھوڑے کی طرح ہر طرف جادہ پیمائی شروع کر دی۔ اس کے بعد خدا نے عثمانؓ کو خلیفہ بنایا اور اللہ کی قسم وہ وقت قریب ہے کہ لوگ اسلام میں وہ جادہ پیمائی کریں جو اپنی تمام پچھلی جادہ پیمائیوں کو پیچھے چھوڑ جائے۔

زیدؓ بن ثابت کے انتخاب پر عبداللہ بن مسعودؓ کی ناگواری

(۷) امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ جب (عثمانؓ نے اپنے مرتب کردہ قرآن کے سوا) باقی تمام مصاحف کو پھاڑ ڈالنے کا حکم دیا تو عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا: لوگو! اپنے قرآنوں کو چھپا لو۔ کیونکہ جو شخص کچھ چھپا کر رکھے گا قیامت کے روز اسے اپنے ساتھ لے کر آئے گا اور بہترین چھپانے کی چیز قرآن ہی ہے جسے تم میں سے کوئی قیامت کے روز اپنے ساتھ لے کر آئے۔

(۸) نیز امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبیداللہ بن عتبہ سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے زیدؓ ابن ثابت کے لئے قرآن لکھنے کو ناپسند کیا اور کہنے لگے "اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے تو قرآن لکھنے کے کام سے الگ تھلگ رکھا جاتا ہے اور اس کی ذمہ داری ایک ایسے شخص نے لی ہے کہ بخدا میں جب اسلام لایا تو وہ ابھی اپنے کافر باپ کی صلب میں موجود تھا۔ (یعنی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔)

غور فرمایا آپ نے کہ جمع قرآن کی مزعومہ کوششوں کے سلسلہ میں صحابہؓ کا ردِّ عمل کیا بتایا جا رہا ہے اور ان کے باہمی تعلقات کو کس رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے؟

(۹) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ زر بن حبیش سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا۔ "میں نے حضورؐ کے دہن مبارک سے ستر (۷۰) سے اوپر سورتیں پڑھی ہیں اور زیدؓ بن ثابتؓ ابھی بچہ تھے جس کے سر پر دو زلفیں لہرائی رہا کرتی تھیں"۔ نیز شقیق سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا۔ "من یغلل یات بما غل یوم القیٰمۃ" عثمانؓ مجھے کس کی قرأت پر قرآن پڑھنے کا حکم دیتے رہے ہیں۔ میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ستر سے اوپر سورتیں پڑھی ہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جانتے ہیں کہ میں ان میں کتاب اللہ کا سب سے بڑا جاننے والا ہوں اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جانتا ہے تو میں سفر کر کے بھی اس کے پاس جاتا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں جمع قرآن

(۱۰) نیز امام ابن ابی داؤد ابن شہاب زہری کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد جو علا میں گذر چکی ہے ابن شہاب زہری ہی کی روایت سے انس ابنِ مالکؓ انصاری سے یہ اضافہ نقل کرتے ہیں کہ آذربائیجان اور آرمینیہ کے غزوہ میں اہلِ شام اور اہلِ عراق جمع ہوئے اور آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کو قرآن سنایا تو اس میں بڑا اختلاف ہوا اور قریب ہو گیا کہ ان میں کوئی فتنہ برپا ہو جائے۔ جب حذیفہ ابن الیمان نے قرآن کے بارہ میں ان کے یہ اختلافات دیکھے تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور کہا لوگ قرآن کے بارہ میں بڑا اختلاف کر رہے ہیں حتّٰی کہ بخدا مجھے یہ اندیشہ ہو رہا

ہے کہ وہ بھی اسی اختلاف میں مبتلا نہ ہوجائیں جس میں یہود اور نصاریٰ مبتلا ہوچکے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عثمان رضؓ بہت گھبرائے اور انہوں نے حضرت حفصہ رضؓ کے پاس آدمی بھیج کر وہ صحیفہ نکلوایا جو ابوبکر رضؓ کے حکم سے زید رضؓ بن ثابت نے جمع کیا تھا اور اس سے کئی مصحف لکھوائے اور ان کو ملک کے گوشوں میں بھیج دیا۔ جب مروان مدینہ کا امیر ہوا تو اس نے حضرت حفصہ رضؓ کے پاس آدمی بھیج کر وہ صحیفے منگائے تاکہ انہیں جلا دے۔ اُسے یہ اندیشہ تھا کہ لکھنے والے ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرنے لگیں مگر حضرت حفصہ رضؓ نے انکار کر دیا۔

مروان نے حضرت حفصہ رضؓ کے صحیفے جلا دیئے

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ جب حضرت حفصہ رضؓ کا انتقال ہوا تو مروان نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ کے پاس سختی کے ساتھ کہلا کر بھیجا کہ ان صحیفوں کو اس کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ جوں ہی لوگ حضرت حفصہ رضؓ کے جنازہ سے فارغ ہو کر لوٹے عبداللہ ابن عمر رضؓ نے وہ صحیفے مروان کے پاس بھیج دیئے۔ مروان نے ان کو الگ الگ کر کے جلا دیا اس اندیشہ سے کہ ان صحیفوں میں کوئی چیز اس کے خلاف نہ ہو جو حضرت عثمان رضؓ نے لکھا تھا۔

عہدِ عثمان رضؓ میں قرآن کیسے جمع کیا گیا

(۱۱) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ایوب سے اور وہ ابو قلابہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ کی خلافت میں ایک معلم کسی شخص کی قرأت کے مطابق تعلیم دیتا تھا اور دوسرا معلم دوسرے شخص کی قرأت کے مطابق۔ بچے قرآن پڑھتے اور آپس میں اختلافات کرتے حتیٰ کہ یہ اختلافات معلّمین تک بلند ہو گئے اور لوگوں نے ایک دوسرے کی قرأت پر تکفیر شروع کر دی۔ حضرت عثمان رضؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے خطبہ دیا اور کہا "تم لوگ میرے پاس ہوتے ہوئے بھی قرآن میں اختلاف کرتے ہو اور دوسروں کی تغلیط کرتے ہو۔ جو لوگ دوسرے شہروں میں مجھ سے دُور ہیں ان کی غلطیاں اور اختلافات تو اور بھی سخت ہیں اے اصحابِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم! اتفاق سے کام لو اور تم لوگوں کے لئے ایک (متفقہ) امام (کتاب اللہ) لکھ دو۔ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مالک بن انس رضؓ نے بیان کیا (یہ امام مالک بن انس رحؒ کے دادا ہیں) کہ میں ان لوگوں میں شریک تھا جنہوں نے ان کو قرآن لکھوایا۔ اگر کسی آیت کے بارہ میں اختلاف ہوتا تھا اور کوئی ایسا آدمی یاد آجاتا تھا جس نے اس آیت کو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اور بعض مرتبہ وہ شخص موجود نہیں ہوتا تھا یا کسی دیہات میں ہوتا تھا تو اس سے آگے اور پیچھے کی آیتیں لکھ لیتے تھے اور اس آیت کی جگہ چھوڑ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ شخص خود آجاتا یا اس کو بلوا لیا جاتا تھا (اور اس سے پوچھ کر وہ آیت لکھ لی جاتی تھی) جب مصحف لکھنے سے فراغت ہو گئی تو حضرت عثمان رضؓ نے تمام شہروں میں لکھ دیا کہ میں نے ایسا ایسا کام کیا ہے اور جو کچھ میرے پاس تھا میں نے اس کو مٹا دیا ہے لہٰذا جو کچھ (اس قرآن کے خلاف) تمہارے پاس ہو تم بھی اس کو مٹا دو۔

(۱۲) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ مصعب ابن سعد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کو تم سے جدا ہوئے ابھی تیرہ سال ہی گزرے ہیں مگر

تم قرآن میں شک کرنے لگے ہو۔ کہتے ہو کہ یہ ابی (بن کعبؓ) کی قرأت ہے اور وہ عبداللہ (بن مسعودؓ) کی قرأت ہے۔ خدا کی قسم تو اپنی قرأت ٹھیک نہیں پڑھتا۔ لہٰذا میں تم میں سے ہر شخص پر لازم کرتا ہوں کہ جس کے پاس بھی کتاب اللہ میں سے کوئی چیز ہو وہ بالضرور اسے میرے پاس لے آئے۔ چنانچہ کوئی کاغذ کا ورق لے کر آتا، کوئی چمڑے کا ٹکڑا لے کر آتا جس میں قرآن لکھا ہوا ہوتا۔ حتیٰ کہ اس طرح بہت کچھ جمع ہو گیا۔ پھر حضرت عثمانؓ اندر گئے اور ایک ایک آدمی کو بلا بلا کر قسم دے کر انہوں نے پوچھنا شروع کیا کہ کیا تم نے اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں یہ کچھ لکھوایا تھا؟ وہ شخص اقرار کرتا۔ حضرت عثمانؓ ان سے فارغ ہو گئے۔ لوگوں سے پوچھا تم میں سے بہترین کاتب کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتب زید بن ثابتؓ۔ پھر انہوں نے پوچھا تم میں لغت عربی کا بہترین ماہر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ سعید بن العاصؓ۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ سعید لکھوائیں اور زیدؓ لکھتے جائیں۔ چنانچہ زیدؓ ابن ثابت نے قرآن لکھا اور کئی قرآن لکھے۔ اور ان قرآنوں کو عثمانؓ نے لوگوں میں پھیلا دیا۔ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض اصحابِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ عثمانؓ نے بہت اچھا کام کیا۔

(۱۳) امام ابن ابی داؤد اپنی دوسری سند سے مصعب ابن سعد ہی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ابی (ابن کعبؓ) اور عبداللہ (بن مسعودؓ) اور معاذ (ابن جبلؓ) کی قرأت کو سنا تو لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا۔ ابھی تمہارے نبی کی وفات کو پندرہ سال ہوئے ہیں اور تم قرآن میں اختلاف کرنے لگے ہو۔ میں ہر شخص پر لازم کرتا ہوں کہ جس کے پاس بھی قرآن میں سے کچھ ہو جسے اُس نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو اُسے میرے پاس لے آئے۔ چنانچہ لوگ لکڑی کی تختیاں، ہڈی کے ٹکڑے، کھجور کی چھالیں جن میں قرآن لکھا ہوا تھا لانے لگے۔ جو شخص لے کر آتا اس سے حضرت عثمانؓ پوچھ لیتے کہ کیا اس نے یہ کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ پھر انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں فصیح ترین شخص کون ہے؟ لوگوں نے سعید بن العاصؓ کا نام لیا۔ پھر پوچھا کہ بہترین ماہر کتابت کون ہے۔ لوگوں نے زید بن ثابتؓ کا نام لیا۔ آپ نے فرمایا اچھا زیدؓ لکھیں اور سعید لکھوائیں۔ چنانچہ کئی مصحف لکھے گئے۔ اور ان کو مختلف شہروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مصعبؓ بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے عثمانؓ کے اس فعل پر عیب چینی کی ہو۔

(۱۴) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ محمد (ابن ابیؓ) سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور نوبت یہاں تک آگئی تھی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو کہتا تھا کہ جو کچھ تو پڑھتا ہے اس سے تو کافر ہو گیا۔ اس کی اطلاع عثمانؓ بن عفان کو کی گئی تو ان کے دل پر بڑی گرانی ہوئی اور انہوں نے قریش اور انصار کے بارہ آدمیوں کو جمع کیا جن میں ابی بن کعبؓ اور زیدؓ بن ثابت بھی تھے۔ اور ان سب کو اس صحن میں اکٹھا کر دیا جو حضرت عمرؓ کے مکان میں تھا۔ اسی مکان میں قرآن رکھا رہتا تھا حضرت عثمانؓ بھی

ان لوگوں کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ محمد (ابنؓ ابی) کہتے ہیں کہ مجھ سے کثیر ابن افلح نے بیان کیا جو ان لوگوں کے لئے قرآن لکھنے والوں میں سے ایک تھے کہ اکثر ان بارہ آدمیوں میں اختلاف ہو جاتا تھا تو اس اختلافی آیت کو وہ مؤخر کر دیا کرتے تھے۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے کثیر سے پوچھا کہ تم لوگ اس کو مؤخر کیوں کر دیا کرتے تھے تو انہوں نے بتایا کہ مجھے معلوم نہیں۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے اس بارہ میں ایک گمان بنایا ہے تم لوگ اسے یقین نہ بنا لینا۔ میرا گمان یہ ہے کہ جب ان میں کسی آیت کے متعلق اختلاف ہوتا تھا تو وہ اسے اس لئے مؤخر کر دیتے تھے کہ دیکھیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حضورؐ کے ساتھ آپ کے آخری دور میں شریک رہا ہو تو اس آیت کو اس کے قول کے مطابق لکھ لیں۔

قرآن کی ترتیب حضرت عثمانؓ نے قائم کی تھی

(۱۵) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عثمانؓ سے کہا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے سورۂ براءت کے ساتھ کیوں رکھ دیا حالانکہ وہ مئین میں سے ہے اور پھر ان دونوں کو سبع طوال میں رکھ دیا ہے۔ ایسا تم نے کیوں کیا۔ عثمانؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف زمانوں میں مختلف عدد والی سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں جب آپ پر کچھ وحی نازل ہوتی تو کسی کاتب کو آپ بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو ایسی ایسی سورت میں رکھ دو، جس میں ایسا ایسا تذکرہ آیا ہے۔ سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو ابتداءً مدینہ میں نازل ہوئیں۔ اور سورۂ براءت بالکل آخر میں نازل ہوئی ہے مگر دونوں کا قصّہ ایک سا ہے۔ مجھے خیال گذرا کہ سورۂ براءت، سورۂ انفال ہی کا حصّہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور یہیں آپ نے یہ بتایا نہیں کہ آیا واقعی یہ اسی کا حصّہ ہے بھی یا نہیں۔ اسی وجہ سے میں نے دونوں کو یکے بعد دیگرے لکھ دیا ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور دونوں کو سبع طوال میں رکھ دیا۔

یہاں تک یہ کہا گیا ہے کہ قرآن حضرت عثمانؓ کے عہد میں مرتّب ہوا۔ لیکن یہ قرآن کس قسم کا تھا اس کی بابت بھی سن لیجئے۔

قرآن میں غلطیاں رہ گئیں

(۱۶) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر قرشی سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ مصحف سے فارغ ہو گئے اور انہوں نے اسے دیکھا تو فرمایا تم لوگوں نے بہت اچھا کیا اور خوب کیا مگر اس میں کچھ غلطیاں مجھے نظر آتی ہیں جنہیں عرب لوگ اپنی زبانوں سے ٹھیک کر لیں گے۔

لیجئے! قرآن عہدِ عثمانی میں مرتب تو ہوا لیکن اس میں بھی غلطیاں رہ گئیں۔ ان غلطیوں کو حضرت عثمانؓ نے درست نہیں کیا بلکہ علیٰ حالہ رہنے دیا کہ عرب خود اپنی زبان سے درست کر لیں گے۔ اور آگے بڑھیئے۔

(۱۷) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عکرمہ طائی سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کے

پاس مصحف لایا گیا تو اس میں انہیں کچھ غلطیاں نظر آئیں۔ اس میں انہوں نے فرمایا کہ اگر لکھنے والا بنو ہذیل کا اور لکھنے والا بنو ثقیف کا کوئی آدمی ہوتا تو اس میں یہ غلطیاں نہ پائی جاتیں۔

(۱۸) سعید ابن جبیر سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا قرآن میں چار حرف غلط ہیں۔ ۱۔ الصابئون (۵/۶۹)، ۲۔ والمقیمین (۴/۱۶۲)۔ ۳۔ فاصدّق و اکن من الصلحین (۶۳/۱۰) اور ۴۔ ان ھٰذٰن لسٰحران (۲۰/۶۳)۔

(۱۹) زبیر ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے ابان بن عثمان سے پوچھا کہ آیت والراسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوٰۃ والمؤتون الزکوٰۃ۔ الآیہ کیسے ہو گیا۔ آگے اور پیچھے رفع لایا گیا ہے اور المقیمین پر نصب ہے۔ ابانؓ نے جواب دیا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ پچھلا حصہ لکھ چکا تھا۔ اس نے پوچھا کہ آگے کیا لکھوں۔ لکھوانے والے نے کہا المقیمین الصلوٰۃ لکھو۔ اس سے جو کچھ کہا گیا لکھ دیا۔

(۲۰) عروہ کہتے ہیں کہ قرآن کی غلطیوں کے متعلق میں نے حضرت عائشہ رضہ سے پوچھا۔ ان ھٰذٰن لسٰحران اور والمقیمین الصلوٰۃ والمؤتون الزکوٰۃ۔ اور۔ والذین ھادوا والصابئون کے متعلق سوال تھا۔ حضرت عائشہ رضہ نے کہا۔ "بھتیجے! یہ کاتبوں کا کام ہے کہ انہوں نے لکھنے میں غلطی کر دی۔"

صرف غلطیاں ہی نہیں رہ گئی تھیں بلکہ بعض آیات بھی قرآن میں درج ہونے سے رہ گئی تھیں۔ (مثلاً) ہمارے ہاں مشہور ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا سنگسار ہے لیکن قرآنِ کریم میں ایسی کوئی آیت نہیں — اس ضمن میں، سنن ابن ماجہ میں (جو صحاح ستہ کی ایک مستند کتاب ہے) حضرت عائشہ رضہ کی طرف یہ روایت منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آیۂ رجم (سنگسار) اور رضاعت کبیر والی آیت ایک صحیفہ میں تھی جو میرے تخت کے نیچے رکھا تھا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو ہم لوگ حادثہ میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں گھر کی پالتو بکری آگئی۔ اور اس صحیفہ کو کھا گئی۔ (اور وہ آیتیں ضائع ہو گئیں)۔ چنانچہ اس کے بعد فیصلہ یہ کیا گیا کہ یہ آیت قرآن میں تو داخل نہ کی جائے — لیکن عمل اس کے مطابق ہو۔

حجاج بن یوسف نے غلطیوں کی تصحیح کی

امام ابی داؤد نے اپنی سندوں کے ساتھ عوف بن ابی جمیلہ سے نقل کیا ہے کہ حجاج ابن ابی یوسف ثقفی نے اپنے زمانے میں حضرت عثمانؓ کے مصحف میں گیارہ مقامات پر غلطیوں کی تصحیح کی تھی۔ (اس کے بعد ان غلطیوں کی تصحیح کر دی گئی ہے)۔

———(۰)———

اس کے بعد کتاب المصاحف میں ہے کہ جو نسخہ حضرت عثمانؓ نے مرتب فرمایا تھا اس میں اور مدینہ منورہ کے دیگر مصاحف میں کئی ایک آیات میں اختلاف تھا۔ اس کتاب میں اس قسم کے تمام اختلافی مقامات درج ہیں۔ نیز یہ کہ قرآنِ مجید کے جو نسخے مختلف شہروں کے لئے مرتب کئے گئے تھے ان میں

بھی باہمدگر اختلاف تھا۔ (ان اختلافات کو بھی اس کتاب میں تفصیل سے دیا گیا ہے)۔

اختلافِ قرأت

ازاں بعد " امام ابی داؤد " نے اپنی کتاب (نیز اس کے انگریزی ترجمہ میں، جسے مشہور مستشرق آرتھر جیفری نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے) ان قرآنی نسخوں کی تفصیل دی ہے جو عہدِ حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد، مختلف صحابہؓ اور تابعینؒ کے پاس تھے اور جن میں بے شمار آیات ایسی تھیں جو مصحفِ عثمانی میں درج شدہ آیات سے مختلف تھیں۔ کتاب میں یہ آیات بھی درج ہیں لیکن ہم بغرضِ اختصار انہیں حذف کرتے ہیں، اور صرف ان کی تعداد بتانے تک اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) مصحف حضرت ابن مسعودؓ (۱۳۲۲)۔ (۲) حضرت ابی بن کعبؓ (۹۵۲)۔ (۳) حضرت علیؓ (۸۹)۔ (۴) حضرت ابن عباسؓ (۱۸۶)۔ (۵) حضرت ابو موسےٰؓ (۴)۔ (۶) حضرت حفصہؓ (۱۰)۔ (۷) حضرت انس بن مالکؓ (۲۴)۔ (۸) حضرت عمرؓ (۲۸)۔ ۹۔ حضرت زید بن ثابتؓ (۱۰)۔ (۱۰) حضرت ابن زبیرؓ (۳۴)۔ (۱۱) حضرت عمرؓ بن العاص (تعداد معلوم نہیں)۔ (۱۲) حضرت عائشہؓ۔ (۱۳) حضرت سالمؓ (۲)۔ (۱۴) حضرت ام سلمہؓ (۴)۔ (۱۵) حضرت عبید ابن عمیرؓ (۱۸)۔

یعنی صحابہ کبارؓ کے پاس قرآنِ کریم کے جو نسخے تھے ان میں اس قدر آیات، مصحفِ عثمانی سے مختلف تھیں۔ ان کے علاوہ (کتاب المصاحف میں) تابعین کی طرف منسوب مصاحف کا بھی ذکر ہے، نیز ایسے مصاحف کا جو بے نام ہیں۔ ان کی اختلافی آیات کی تعداد مندرجہ بالا آیات سے الگ ہے۔

———— (۰) ————

عہدِ صحابہ اور عہدِ تابعین میں قرآن کے اندر جو اختلافات تھے وہ لب ولہجہ کے اختلافات نہیں تھے۔ بعض جگہ آیتوں کی آیتیں اور اکثر الفاظ ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ ان اختلافات کو کسی طرح بھی لب ولہجہ کا اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔ لب ولہجہ کا اختلاف یہی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایک لفظ کو کسی خاص ہیئت سے ادا کرتا ہے تو دوسرا شخص اس لفظ کو دوسری ہیئت سے ادا کرتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ دونوں شخصوں کے وطن اور قبیلے مختلف ہوں۔ ایک ہی خاندان اور ایک ہی مقام کے دو شخصوں کے تلفّظ اور طرزِ ادا میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ مگر ان اختلافات کی صورت یہ تھی کہ ایک ہی قبیلہ اور خاندان اور ایک ہی مقام کے لوگوں کے قرآن پڑھنے میں اختلافات موجود تھے۔ اس کے ثبوت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کی ایک روایت سنیئے۔ یہ روایت کتاب المصاحف کے علاوہ خود صحیح بخاری میں بھی (۷۴۷/ ج ۲) پر موجود ہے۔ روایت کا لفظی ترجمہ درج ذیل ہے:۔

مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبد قاری حضرت عمرؓ سے سن کر بیان کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم (ابن حزام) کو رسول اللہ صلعم کی زندگی میں سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا۔ میں نے ان کا پڑھنا سنا تو بہت سارے ایسے الفاظ پڑھ رہے تھے جو مجھے رسول اللہ صلعم نے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر

بیٹھوں مگر میں نے بمشکل صبر کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے انہی کی چادر میں انہیں کس لیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ یہ سورت جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سُنی ہے تمہیں کس نے پڑھائی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے تو رسول اللہ صلعم نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے خود مجھے اس کے خلاف پڑھائی ہے جو تو پڑھ رہا تھا اور میں اس کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلعم کی طرف لے چلا اور میں نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ میں نے اس کو سورۂ فرقان کو ایسے الفاظ میں پڑھتے ہوئے سنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ "انہیں چھوڑ دو۔ ہشام! پڑھو۔" چنانچہ ہشام نے اسی طرح رسول اللہ صلعم کے سامنے پڑھ دیا جیسا کہ میں نے پڑھتے ہوئے سُنا تھا۔ اس پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ "یونہی تو نازل ہوئی ہے۔" پھر فرمایا۔ عمر! اب تم پڑھو۔ چنانچہ جس طرح حضورؐ نے مجھے پڑھائی تھی میں نے پڑھ کر سنائی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ "یوں بھی نازل ہوئی ہے۔" اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ قرآن تو سات حرفوں پر نازل ہوا ہے لہٰذا جس طرح آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

آپ کو حیرت ہوگی کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی قریشی ہیں اور مکہ کے رہنے والے ہیں اور ہشام ابن حکیم بھی قریشی اور مکی ہیں دونوں کی زبان ایک ہے دونوں کا لب و لہجہ ایک ہے۔ ایک خاندان اور ایک ہی مقام کے دونوں آدمی سورۂ فرقان کو اس قدر اختلاف کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بمشکل نماز ختم ہونے تک صبر کرتے ہیں اور نماز کے بعد انہی کی چادر میں کس کر گھسیٹتے ہوئے رسول اللہ صلعم کے پاس لاتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم دونوں سے وہ سورت سنتے ہیں۔ ہشام بن حکیم سے سُن کر بھی کہتے ہیں کہ ہاں یوں ہی تو نازل ہوئی ہے اور پھر حضرت عمرؓ سے سُن کر بھی فرما دیتے ہیں کہ ہاں یوں بھی نازل ہوئی ہے۔

قرآنِ کریم کے جو نسخے اُمت میں متداول ہیں ان کے متن میں تو اس قسم کی اختلافی آیات درج نہیں لیکن ان اختلافات کو ہمارے علمائے کرام ابھی تک تسلیم کرتے چلے آرہے ہیں۔ آپ نے قرآنِ مجید کے حواشی یا تفاسیر میں اکثر اس قسم کے الفاظ لکھے دیکھے ہوں گے کہ (مثلاً) "قراءتِ حضرت ابن عباسؓ میں یوں بھی آیا ہے۔" یہ وہی اختلافات ہیں جو اب تک چلے آرہے ہیں۔ "اختلافِ قراءت" کی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آسکے گی جب تک اس کی دو ایک مثالیں نہ پیش کر دی جائیں۔ ملاحظہ فرمائیے:-

(۱) مرد اور عورت کے جنسی تعلقات کے سلسلہ میں، قرآنِ کریم (سورۂ النساء) میں، ان رشتوں کی تفصیل دینے کے بعد جن سے نکاح حرام ہے، کہا گیا ہے۔

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ...... (۴/۲۴)۔

اور جو اس کے سوا ہیں وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ اس طرح کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ساتھ چاہو نکاح میں لا کر نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے۔ سو تم ان میں سے جس کے ساتھ نفع اٹھانا چاہو تو انہیں ان کے مقرر کردہ مہر دے دو۔

سُنیوں کے ہاں اس معاہدہ کا نام نکاح ہے جو مہر ادا کر کے، دائمی طور پر کیا جاتا ہے اور جو موت یا طلاق سے فسخ ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس شیعہ حضرات متعہ کے قائل ہیں جس میں ایک مرد اور ایک عورت، ایک مدتِ معیّنہ کے لئے، مباشرت کا معاملہ طے کر لیتے ہیں اور اس کے لئے اس عورت کو جنسی تعلق کا معاوضہ دے دیا جاتا ہے۔ سُنیوں کے ہاں متعہ حرام ہے۔

اس تمہید کے بعد آگے بڑھیئے۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سُنیوں کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کی قرأت (مصحف) میں مندرجہ بالا آیت یوں آئی ہے:-

فاستمتعتم به منهن الی اجل مسمی ....

تم ان سے ایک مدتِ معیّنہ کے لئے فائدہ اٹھاؤ۔

یعنی اس قرأت کی رُو سے آیتِ قرآنی میں " الی اجل مسمی" کا اضافہ ہے جس سے متعہ کی سند مل جاتی ہے۔ اب دیکھئے کہ اس اضافہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کیا فرماتے ہیں۔ سُنیوں کی سب سے پہلی، اور سب سے زیادہ قابلِ اعتماد تفسیر، طبری ہے۔ وہ اس آیت (۲۴) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

ابو نضرہ کی روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ کیا تم سورۃ النساء کی تلاوت نہیں کرتے۔ میں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ کہا، پھر اس میں یہ آیت نہیں پڑھا کرتے کہ فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ میں اگر اس طرح پڑھتا ہوتا تو آپ سے دریافت کیوں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اصل آیت یونہی ہے۔ عبدالاعلے کی روایت میں بھی ابو نضرہ سے اسی طرح کا واقعہ منقول ہے۔ تیسری روایت میں بھی ابو نضرہ سے نقل ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی۔ فما استمتعتم به منهن۔ ابن عباسؓ نے کہا۔ الی اجل مسمی۔ میں نے کہا۔ میں تو اس طرح نہیں پڑھتا۔ انہوں نے تین مرتبہ کہا۔ "خدا کی قسم! خدا نے اسی طرح نازل کیا ہے"۔

اسے کہتے ہیں اختلافِ قرأت۔ یعنی (روایات کی رُو سے) حضرت ابنِ عباسؓ (اور دیگر صحابہؓ) کا دعوےٰ تھا کہ وہ آیات اُسی طرح نازل ہوئی تھیں جس طرح ان کے صحیفوں میں درج ہیں، نہ اس طرح جس طرح وہ مصحفِ عثمانی میں مذکور ہیں۔ کہا جائے گا کہ اس ساری "سازش" کا مدار "کتاب المصاحف" پر ہے۔ اسے کس طرح مستند تسلیم کیا جاتا ہے؟ لیکن صاحبِ کتاب المصاحف نے اپنی کتاب میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ انہوں نے اختلافِ قرأت سے متعلقہ روایات کو کتبِ احادیث سے اکٹھا کر کے، یکجا مرتب

......کر دیا ہے۔ اور یہ کتب احادیث وہ ہیں جنہیں ہمارے ہاں مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔

اور سب سے بڑی "سند" یہ کہ ہمارے علمائے کرام اس "اختلافِ قرأت" کے قائل ہیں۔ ایک اور مثال دیکھئے:۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ سُنّی حضرات وضو میں پاؤں دھوتے ہیں اور شیعہ حضرات پاؤں پر مسح کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے سید ابوالاعلیٰ مودودی (مرحوم) سے دریافت کیا کہ ان میں سے کونسا طریق قرآن کے مطابق ہے۔ مودودی صاحب نے اس کے جواب میں (جو ترجمان القرآن بابت فروری ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا تھا) پہلے قرآن کی متعلقہ آیت درج کی جو حسب ذیل ہے:۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ط ...... (۵/۶)

اس کے بعد تحریر فرمایا:۔

اس میں لفظ وَاَرْجُلَكُمْ کی دو قرأتیں متواتر ہیں۔ نافع، ابن عامر، حفص، کسائی اور یعقوب کی قرأت وَاَرْجُلَكُمْ (بفتح لام) ہے اور ابن کثیر، حمزہ، ابوعمرو اور عاصم کی قرأت وَاَرْجُلِكُمْ (بکسر لام)۔ ان میں سے کسی قرأت کی حیثیت بھی یہ نہیں ہے کہ بعد میں کسی وقت بیٹھ کر نحویوں نے اپنے اپنے فہم اور منشاء کے مطابق الفاظِ قرآنی پر خود اعراب لگا دیئے ہوں۔ بلکہ یہ دونوں قرأتیں متواتر طریقے سے منقول ہوئی ہیں۔ اب اگر پہلی قرأت اختیار کی جائے تو وَاَرْجُلَكُمْ کا تعلق فَاغْسِلُوْا کے حکم سے جڑتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں "اور دھوؤ اپنے پاؤں ٹخنوں تک" اور اگر دوسری قرأت قبول کی جائے تو اس کا تعلق وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ سے قائم ہوتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں "اور مسح کرو اپنے پاؤں پر ٹخنوں تک"۔

یہ صریح اختلاف ہے جو ان دو معروف و مشہور اور متواتر قرأتوں کی وجہ سے آیت کے معنی میں واقع ہو جاتا ہے۔ اس تعارض کو رفع کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ دونوں قرأتوں کو کسی ایک ہی مفہوم (غسل یا مسح) پر محمول کیا جائے۔ لیکن اس کی جتنی کوششیں بھی کی گئیں وہ ہمیں کسی قطعی نتیجے پر نہیں پہنچاتیں کیونکہ جتنے وزنی دلائل کے ساتھ ان کو غسل پر محمول کیا جا سکتا ہے قریب قریب اتنے ہی وزنی دلائل مسح پر محمول کرنے کے حق میں بھی ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ محض قواعدِ زبان کی بنا پر ان میں سے کسی ایک معنے کو ترجیح دی جائے۔ لیکن یہ صورت بھی مفیدِ مطلب نہیں۔ کیونکہ دلائلِ ترجیح دونوں پہلوؤں میں قریب قریب برابر ہیں۔ اب آخر اس کے سوا چارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عمل کو دیکھا جائے۔

اور اس کے بعد لکھا :-

قرآن کے الفاظ سے جو بات واضح نہ ہوتی ہو اسے سمجھنے کے لئے اس ذریعہ سے زیادہ معتبر ذریعہ اور کونسا ہو سکتا ہے۔

قطع نظر اس کے کہ شیعہ حضرات اسی "معتبر ذریعہ" کی رُو سے پاؤں پر مسح کرتے ہیں اور سُنی حضرات کا دعویٰ ہے کہ وہ بھی اسی معتبر ذریعہ" کی رُو سے پاؤں دھوتے ہیں۔ مودودی مرحوم کا ارشاد ہے کہ قرآنی آیت کی دونوں قرأتیں متواتر ہیں اور ایسی مستند کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ (مودودی مرحوم کے ارشاد کے مطابق) قرآن کریم کی یہ آیت (اَرْجُلَكُمْ) لَ کے زبر کے ساتھ بھی نازل ہوئی تھی۔ اور زیر کے ساتھ بھی۔ اور دونوں کا یہ اختلاف اس قدر اہم ہے کہ ایک قرأت کی رُو سے پاؤں دھونے کا حکم ملتا ہے اور دوسری قرأت کی رُو سے پاؤں پر مسح کرنے کا۔ اور اس طرح "قرآن کے الفاظ سے بات واضح نہیں ہوتی"۔

آپ سوچیئے کہ اس کے بعد، قرآنِ مجید کے متعلق کیا تصور قائم ہوتا ہے، اور ہم جو دنیا کے سامنے یہ دعوئے پورے حتم و یقین کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ اس کتاب میں حرف اور نقطہ کا بھی تغیرّ و تبدّل نہیں ہوا۔ اس دعویٰ کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے —— اور اس کے بعد سوچیئے کہ ایسی کتاب نازل کرنے والے (خدا) کے متعلق (معاذ اللہ) کیا تصور قائم ہوتا ہے، جو متضاد احکام نازل کر دیتا ہے؟ اور اگر خدا نے اس آیت کو ایک ہی شکل میں نازل کیا تھا —— یعنی لَ کے زیر یا زبر کے ساتھ —— تو اگلی صورت یہی سامنے آتی ہے کہ رسول اللہؐ نے (معاذ اللہ) کسی کو لَ کے زیر کے ساتھ بتا دیا اور کسی کو زبر کے ساتھ۔ اس صورت میں سوچیئے کہ خدا کے رسولؐ کے متعلق کیا تصور سامنے آتا ہے۔ اور اگر یہ صورت بھی نہیں تھی تو پھر فرمایئے کہ یہ دو قرأتیں کس طرح وجود میں آئیں۔

(۰)

آخر میں اختلافِ قرأت کی وہ مثال سُنیئے جس سے قرآنِ مجید میں ایسا اضافہ ہوتا ہے جس سے ختمِ نبوّت کی مہر ٹوٹ جاتی ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے :-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِىْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۙ ($\frac{۲۲}{۵۲}$)

(وحی کا سلسلہ ایسا رہا ہے کہ) کوئی رسول اور نبی ایسا نہیں آیا جس (کے بعد اس کی) وحی میں دین کے دشمنوں (شیاطین) نے آمیزش نہ کر دی ہو۔ (جب ایسی آمیزش ہو جاتی تو خدا ایک اور رسول بھیج دیتا اور اس کی طرف نازل کردہ وحی کے ذریعے) اس آمیزشِ شیطانی کو منسوخ کر کے خالص وحی کو پھر محکم کر دیتا —— یہ سب کچھ خدا کے علم و حکمت

کی بنا پر ہوتا تھا۔

اس آیت میں خدا کی طرف سے آنے والوں کو رسول یا نبی کہا گیا ہے۔ لیکن قراتِ حضرت ابنِ عباسؓ میں ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ اِلَّآ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یعنی اس قرأت کی رُو سے، خدا کی طرف سے رسول اور نبی اور محدّث آیا کرتے تھے۔ (اس قرأت میں لفظ محدّث کا اضافہ ہے) جب میرزا غلام احمد کے مامور من اللہ ہونے کے دعویٰ پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے کہا:-

> آپ لوگ کیوں قرآن شریف میں غور نہیں کرتے اور کیوں سوچنے کے وقت غلطی کھا جاتے ہیں۔ کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اس اُمّت کے لئے بشارت دے چکے ہیں کہ اس اُمّت میں بھی پہلی اُمتوں کی طرح محدّث پیدا ہوں گے۔ اور محدّث بفتح دال وہ لوگ ہوں گے جن سے مکالمات ومخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباسؓ کی قرأت میں آیا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۔ پس اس آیت کی رُو سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے، محدّث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے جس میں دخل شیطان کا قائم نہیں رہ سکتا۔
>
> (براہینِ احمدیہ۔ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور ۱۹۷۰ء اگست ایڈیشن صفحہ ۲۴۸۔ حاشیہ در حاشیہ)

ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد اختلافِ قرأت کے فتنہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن ہمارے علماء کرام، قرآن کے متداول متن کو بھی منجانب اللہ مانتے ہیں اور ان اختلافی آیات کو بھی منجانب اللہ کیونکہ ان کی بنیاد احادیث پر ہے۔ ہم نے ان اختلافی آیات کی صرف دو تین مثالیں پیش کی ہیں، آپ قرآنِ کریم کے نسخوں میں اکثر مقامات پر یہ لکھا دیکھیں گے کہ "ایک اور قرأت میں یوں بھی آیا ہے" یعنی یہ آیت یوں بھی نازل ہوئی تھی اور یوں بھی۔

---(۵)---

یہ ہے روایات کی رُو سے قرآن مجید کے جمع اور مرتب ہونے کی داستان! آپ سوچئے کہ اس کے بعد آپ کسی طور بھی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ جو قرآنِ کریم اُمّت کے پاس ہے وہ حتمی اور یقینی طور پر لفظاً لفظاً وہی ہے جسے نبی اکرمؐ نے اُمّت کو دیا تھا؟ یاد رکھئے! یہ تمام روایات وضعی ہیں اور ایک بڑی گہری سازش کا نتیجہ۔ ہم کسی دوسری نشست میں واضح کریں گے کہ قرآنِ کریم، بغیر کسی اختلاف کے خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ اسے خود نبی اکرمؐ نے اسی طرح مرتب کر کے اُمّت کو دیا اور وہی قرآن، بغیر ایک حرف کے تغیر و تبدل کے مکمل شکل میں اُمّت کے ہاں متداول چلا آرہا ہے۔

---(۰)---

ہٰ قرآنِ مجید میں محدّث کا لفظ تک نہیں آیا۔